مرتد کی سزائے موت؟

(آیت اللہ ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی)

بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کو اسلام کا حصہ بنا دیا گیا ہے جب کہ ان کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ان باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مرتد واجب القتل ہے۔ یعنی اگر کوئی مسلمان غیر مسلم ہو جائے تو اس کو سزائے موت دینا واجب ہے۔ یہ بالکل لغو بات ہے اور واضح طور پر قرآن مجید کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً (مائدہ:32)

ترجمہ: جس کسی نے کسی ایک انسان کو، کسی انسان کے قتل کے بدلے یا زمین میں فساد کی سزا کے علاوہ کسی اور وجہ سے قتل کر دیا تو گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کر دیا۔

اس آیت کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کسی انسان کو صرف دو صورتوں میں سزائے موت دی جا سکتی ہے:

1۔ اس نے کسی انسان کو قتل کیا ہو۔ 2۔ اس نے معاشرے میں ایسا فساد برپا کیا ہو جس سے انسانی زندگی خطرے سے دوچار ہو جائے۔

ان دو صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں کسی انسان کو قتل کر دیا جائے تو ایک انسان کو قتل کرنا سب انسانوں کو قتل کر دینے کے برابر جرم ہے۔ اب ایک شخص مسلمان ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوا اور اس وجہ سے اس پر مسلمان ہونے کا لیبل لگ گیا۔ اس کو اسلام کی صحیح تعلیم نہیں دی گئی، اس نے خود غور و فکر کیا اور وہ اسلام سے مطمئن نہیں ہوا اور اس نے اسلام کو ترک کر دیا۔ اب اسے سزائے موت کیوں دی جائے؟ اس نے کسی کو قتل نہیں کیا اور زمین میں کوئی فساد بھی برپا نہیں کیا۔ جس طرح دوسرے مذاہب کے بعض لوگ اپنے مذہب سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے اپنا مذہب بدل لیتے ہیں، اس نے بھی اسی بنیاد پر اپنا خاندانی دین ترک کر دیا۔ یہ نہ انسانی قتل ہے جس پر اسے سزائے موت دی جا سکے نہ کوئی ایسا جرم ہے جو فساد فی الارض کے زمرے میں آتا ہے۔ سیدھی اور صاف بات ہے کہ جس مذہب کو اس کا دل اور دماغ صحیح نہیں سمجھ رہے وہ کیوں اس دین اور مذہب کو اختیار کیے رہے؟

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ سزائے موت کی دو صورتیں قرآن مجید کی اس آیت میں بیان ہوئی ہیں اور باقی صورتیں احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ اس بات کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے واضح طور پر یہ کہہ دیا ہے کہ ان دو صورتوں کے سوا کسی اور صورت میں کسی انسان کو قتل کر دینا ساری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ لہٰذا یہ بات سو فیصد یقینی اور قطعی ہو جاتی ہے کہ ان دو جرائم کے سوا کسی اور جرم پر سزائے موت دی ہی نہیں جا سکتی۔ اگر ایسی احادیث موجود ہوں جن کے مطابق ان دو جرائم کے علاوہ کسی اور جرم پر سزائے موت دی جا سکتی ہے تو وہ حدیث اس آیت کے خلاف ہونے کی وجہ سے لازماً رد کرنی ہوں گی۔ ایک ہزار صحیح السند احادیث ہمارے پاس آ جائیں اور ایک کروڑ علمائے اسلام اس بات پر اجماع کر لیں کہ ان دو جرائم کے علاوہ فلاں جرم پر بھی سزائے موت دی جا سکتی ہے تو نہ ایسی

احادیث قابل قبول ہوں گی اور نہ ہی ایسے کسی اجماع کی کوئی اہمیت ہوگی۔ اس لیے کہ آیت نے واضح طور پر سزائے موت کو ان دو جرائم میں محدود کر دیا ہے۔

اس واضح حکم کے بعد مرتد کی سزائے موت کے حق میں دی جانے والی کسی اور دلیل کا جائزہ لینے کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن قارئین کی تسلی کے لیے ہم کچھ اور نکات کا ذکر بھی کر دیتے ہیں:

مرتد کی سزائے موت کے حق میں اس عربی جملے سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

مَنۡ بَدَّلَ دِیۡنَه فَاقۡتُلُوۡهُ

ترجمہ: جس نے اپنا دین تبدیل کر لیا اسے قتل کر دو۔

اس عربی جملے کو فرمان رسول کہہ کر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمایا ہو ہی نہیں سکتا۔ ذرا جملے پر توجہ فرمائیں:

مَنۡ	بَدَّلَ	دِیۡنَه	فَاقۡتُلُوۡهُ
جس نے	تبدیل کر لیا	اپنا دین	اسے قتل کر دو

یہ جملہ عام ہے اور ہر اس شخص کو قتل کرنے کی بات کر رہا ہے جو اپنا دین تبدیل کر دے۔ اب اگر کوئی مسیحی مسلمان ہو جائے تو اس نے اپنا دین تبدیل کر لیا، اس جملے کی رو سے اس مسیحی کو قتل کر دینا چاہیے، کیونکہ اس نے اپنا دین تبدیل کر لیا۔ کسی بھی دین کا ماننے والا اپنا دین تبدیل کر دے تو اس قانون کی رو سے اسے قتل کر دینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا مقصد ہی یہ تھا کہ آپ لوگوں کے دین و مذہب کو تبدیل کریں۔ جس کی آمد کا مقصد ہی لوگوں کا دین تبدیل کرنا ہو وہ کب ایسی لغو اور بے معنی بات کہہ سکتا ہے کہ جس نے اپنا دین تبدیل کر لیا اسے قتل کر دو۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنا دین تبدیل کر دے تو اسے قتل کر دو تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ ایک بے بنیاد تاویل ہے۔ یہ جملہ واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ جو بھی اپنا دین تبدیل کر لے اسے قتل کر دیا جائے۔ ایسا غیر منطقی، غیر معقول، لغو اور بیہودہ جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکل ہی نہیں سکتا۔

یہ بات اچھی طرح واضح ہونی چاہیے کہ دنیا کے کسی بھی قانون ساز ادارے میں جب کوئی قانون بنایا جاتا ہے تو قانون کے مسودے کے ایک ایک لفظ پر غور ہوتا ہے، اس پر کئی کئی دن تک بحث ہوتی ہے، تاکہ قانون کے اندر کوئی ایسا لفظ نہ آ جائے یا کوئی ایسا لفظ رہ نہ جائے جو قانون کی روح کے خلاف ہو۔ مذکورہ بالا جملے کو مرتد کی سزائے موت کا قانون مان لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جس نے یہ قانون بنایا اسے قانون سازی کے بنیادی اصولوں کا بھی علم نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تو ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ لہٰذا اس بات میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہرگز نہیں ہے۔

☆☆☆

کوئی شخص کسی مقصد کے لیے ایک تنظیم بناتا ہے، اس تنظیم کا فلسفہ اور اس کے اغراض و مقاصد واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے اور لوگوں کو اس کا رکن بننے کی دعوت دیتا ہے۔ کچھ لوگ اس کی دعوت قبول کر لیتے ہیں اور اس کی تنظیم کے رکن بن جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ رکن بننے والے بعض افراد تنظیم کے فلسفہ اور اس کے اغراض و مقاصد کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہیں اور تنظیم کے معاملات میں بھی دلچسپی نہیں لے رہے تو وہ ان کو نوٹس دیتا ہے۔ نوٹس کے باوجود اگر کوئی اپنے آپ کو تنظیم کے نظریے اور مقاصد کے ساتھ ہم آہنگ نہ کرے تو اسے تنظیم سے نکال دیا جاتا ہے۔

ہاں مجرموں کے گینگز میں ایسا ہوتا ہے کہ آپ اس میں داخل تو ہو سکتے ہیں لیکن اس سے نکل نہیں سکتے، کہ مجرموں کے راز فاش نہ کر دیں۔ کیا اسلام مجرموں کا گینگ ہے کہ ایک بار جو اس میں داخل ہو گیا وہ اس میں سے نہیں نکل سکتا؟ دین اسلام جو عقل و فطرت کے عین مطابق ہے، وہ کیوں کسی ایسے شخص کو زبردستی اپنا رکن بنا کر رکھے گا جو دل سے اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اسے ترک کرنا چاہتا ہو۔

☆☆☆

کچھ لوگ بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کی ''سزا'' کے واقعہ کو مرتد کی سزائے موت کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ یہ واقعہ سورۂ بقرہ میں اس طرح بیان ہوا ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۔ (بقرہ:54)

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا، پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو اور اپنے آپ کو قتل کرو، یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے ہاں تمہارے لیے بہتر ہے، پس اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی اور یقیناً وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں چند نکات قابل غور ہیں:

1۔ اس آیت میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کر کے کافر یا مرتد ہو گئے تھے۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ (تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا)

قرآن مجید میں '' اپنے آپ پر ظلم کرنے'' کے الفاظ گناہ کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت آدم و حواء علیہما السلام نے شجرہ ممنوعہ کا پھل کھانے کے بعد کہا تھا: رَبَّنَا إِنَّا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا (اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اعراف:32)

اگر ان کا یہ فعل کفر اور ارتداد ہوتا تو آیت میں ظَلَمْتُمْ کی بجائے كَفَرْتُمْ یا ارْتَدَدْتُمْ کے الفاظ ہوتے اور آیت کچھ اس طرح ہوتی:

إِنَّكُمْ كَفَرْتُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ (تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر کفر کیا) یا ایسے ہوتا کہ تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر ارتداد کا ارتکاب کیا لہٰذا مرتد ہونے کی سزا کے طور پر تمہیں قتل ہونا ہے۔ چونکہ ان کا یہ فعل کفر نہیں تھا بلکہ گناہ تھا اس لیے ان کو توبہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے:

فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ (پس اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو)۔

اس سے ثابت ہو کہ یہ سزا نہیں تھی توبہ تھی۔ پھر جن لوگوں نے اس انداز سے توبہ کی ان کی اس توبہ کو قبول شدہ توبہ قرار دیا جا رہا ہے:

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

ترجمہ: پس اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی اور یقیناً وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

کیا کسی مرتد کو دی جانے والی سزائے موت اس کی توبہ ہوتی ہے؟ بلکہ مرتد کے بارے میں جو خود ساختہ احکامات مفتیان دین نے بنا رکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرتد اگر مرتد ملی ہو تو اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی کہ وہ توبہ کر لے۔ اگر توبہ کر لے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا، توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے گا۔ ہم ان مفتیان دین سے پوچھتے ہیں کہ جس مرتد کو قتل کر کے سزائے موت دے دی جائے کیا اللہ اس کو معاف کر کے اس پر رحم کر دیتا ہے؟ وہ بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں چلا جاتا ہے؟ بنی اسرائیل کے اس واقعہ میں تو اللہ تعالیٰ صاف صاف فرما رہا ہے کہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی خونی توبہ کے بعد ان کی توبہ قبول کر لی اور ان پر رحمت کر دی۔ بنا بریں بنی اسرائیل کے اس توبہ کے واقعہ کا مرتد کی سزا کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ توبہ کا ایک انداز تھا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کا گناہ معاف کر دیا اور انہیں اپنی رحمت کے دامن میں لیا۔

بعض لوگ مرتد کی سزائے موت پر اسی واقعہ کے ذیل میں سورہ اعراف کی آیت 152 سے استدلال کرتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ۔

ترجمہ: جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا عنقریب دنیا کی زندگی میں ہی ان کے رب کا غضب اور ذلت ان کو پکڑ لے گی اور ہم جھوٹ گھڑنے والوں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کی بات ہو رہی ہے جنہوں نے گوسالہ پرستی کی اور پھر توبہ نہیں کی۔ ان کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ اسی دنیا میں اپنے رب

کے غضب میں گرفتار ہوں گے اور ذلت کی زندگی گزاریں گے۔ ہم اسی طرح جھوٹ گھڑنے والوں کو سزا دیا کرتے ہیں۔ یہاں توبہ نہ کرنے والے گوسالہ پرستوں کی سزا یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں ذلیل ہوں گے۔ قتل کی سزا کا تو کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ ''ہم اسی طرح جھوٹ گھڑنے والوں کو سزا دیا کرتے ہیں''، اس جملہ میں ''اسی طرح'' اشارہ ہے اللہ کے غضب اور ذلت کی زندگی کی طرف۔ ذلت کی زندگی کو ان کی سزا کا ایک حصہ قرار دیا جا رہا ہے۔ لیکن گوسالہ پرستی کرنے والوں میں سے جن لوگوں نے توبہ کر لی، اگلی آیت میں ان کے بارے میں کہا جا رہا ہے:

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ: اور جن لوگوں نے برے اعمال انجام دیئے پھر ان کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو یقیناً اس کے بعد آپ کا رب غفور اور رحیم ہے۔

بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی اور توبہ نہیں کی، انہیں قتل نہیں کیا گیا، وہ زندہ رہے، ان کی سزا یہ تھی کہ ان پر اللہ کا غضب واقع ہوا اور دنیا میں انہوں نے ذلت کی زندگی گزاری۔ لیکن جن لوگوں نے اس طریقے سے توبہ کر لی جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں ہے، تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور ان کو اپنی رحمت اور مغفرت سے نواز دیا۔ اس آیت سے مرتد کی سزائے موت کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

☆☆☆

اسی طرح مرتد کی سزائے موت اس آیت کے بھی خلاف ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

ترجمہ: دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں ہے۔ (بقرہ:256)

جب کوئی شخص اسلام سے مطمئن نہ ہو، اسے دین برحق نہ سمجھتا ہو اور اسے چھوڑنا چاہتا ہو اور سزائے موت کے خوف سے مسلمان بنا رہے تو اس کے معنی اس کے سوا کیا ہو سکتے ہیں کہ اس کو جبراً مسلمان رکھا جا رہا ہے۔ ایک غیر مسلم مسلمان نہیں ہونا چاہ رہا، آپ گن پوائنٹ پر اسے مسلمان بنا لیں یا کوئی شخص مسلمان نہیں رہنا چاہتا اور آپ اسے گن پوائنٹ پر مسلمان بنائے رکھیں، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں اس آیت کے خلاف ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ کسی بھی انسان کو سزائے موت صرف دو صورتوں میں دی جا سکتی ہے:

1۔ اس نے کسی کو قتل کیا ہو تو جان کے بدلے جان کے طور پر اسے قتل کیا جائے گا۔

2۔ اس نے معاشرے میں ایسا فساد پھیلایا ہو جس سے معاشرے میں انسانی زندگی خطرے سے دوچار ہو جائے۔

مرتد کی سزائے موت اور اسی طرح شادی شدہ زانی کی سزائے موت، وہ بھی بذریعہ سنگسار، دونوں اس قرآنی اصول کے خلاف ہیں۔ ایک ہزار صحیح السند احادیث بھی ان دو سزاؤں پر موجود ہوں تو خلافِ قرآن ہونے کی وجہ سے ان کو رد کر دیا جائے گا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مرتد اور شادی شدہ زانی فساد فی الارض کے مرتکب ہوتے ہیں لہٰذا ان کو سزائے موت فساد فی الارض کی وجہ سے دی جاتی ہے۔ اس تاویل میں ایک بات کا تو اعتراف موجود ہے کہ ان کی سزا، مرتد ہونے یا زنا کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے کہ یہ لوگ اس عمل کے ذریعے فساد فی الارض کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس تاویل کی بنیاد پر ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اسلام کو ترک کر دے اور پھر معاشرے میں دوسروں کو بھی ارتداد کی ترغیب دے اور ارتداد کے گناہ کو معاشرے میں پھیلانے کے لیے منظم طور پر سرگرم ہو جائے تو اسے تو فساد فی الارض کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک شخص جو صرف اپنا دین تبدیل کر لیتا ہے اور دوسروں کو ایسی کوئی ترغیب دینے کی کوئی کوشش یا سازش نہیں کرتا تو اسے مفسد فی الارض قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی جواب شادی شدہ زانی کی سزائے موت کا ہے۔ اگر کوئی شخص معاشرے میں زنا کو رائج کرنے کی کوئی منظم کوشش کرتا ہے، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، چاہے وہ خود زنا کا مرتکب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اسے تو فساد فی الارض کا مجرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص زنا کا مرتکب ہو، لیکن اس بدکاری کو معاشرے میں پھیلانے کے جرم کا مرتکب نہ ہو تو وہ فساد فی الارض کا مجرم نہیں ہو گا۔

یہاں پر اس نکتہ کی طرف توجہ بھی ضروری ہے کہ فساد فی الارض کی سزا صرف موت نہیں ہے۔سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (33-34)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرنے کے لیے تگ ودو کرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں، یا انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا زمین سے نکال دیئے جائیں، یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذابِ عظیم ہے۔سوائے ان لوگوں کے جو، اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پا لو، توبہ کر لیں تو جان لو کہ اللہ یقیناً غفور ورحیم ہے۔

اس آیت میں فساد فی الارض کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے یہ سزائیں تجویز ہوئی ہیں:

1۔انہیں قتل کر کے سزائے موت دی جائے۔

2۔سولی پر لٹکا کر سزائے موت دی جائے۔

3۔مخالف سمتوں سے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔

4۔انہیں زمین سے نکال دیا جائے جس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں کہ یا تو انہیں گھر میں نظر بند کر دیا جائے، یا قید کر دیا جائے یا جلاوطن کر دیا تاکہ معاشرے میں کوئی فساد انگیز کارروائی نہ کر سکیں۔

اس آیت کی روشنی میں ایک مسلمان ملک کی حکومت یا مقننہ کا کام ہے کہ وہ اس بارے میں قانون سازی کرے کہ فساد فی الارض کی کون سی صورتوں پر ان میں سے کون سی سزا دینی ہے۔

بنابریں چونکہ ارتداد اور شادی شدہ شخص کا زنا کرنا بذاتِ خود فساد فی الارض نہیں ہیں لہٰذا ان پر سزائے موت نہیں دی جا سکتی ہے۔اگر کوئی شخص ان افعال کے ذریعے، یا کسی اور فعل مثلاً فرقہ واریت، لسانیت، منشیات فروشی، بچوں کی اغوا کاری، اغوا برائے تاوان، ڈاکہ زنی، بھتہ خوری اور سمگلنگ وغیرہ کے ذریعے فساد فی الارض کا مرتکب ہو رہا ہو تو اسے مذکورہ بالا سزاؤں میں سے کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔اس کے لیے صرف سزائے موت پر اصرار کرنا اس آیت کی رو سے درست نہیں ہے۔

اس بحث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرتد کی سزائے موت کا نظریہ غلط اور خلافِ قرآن ہے۔

والسلام علیکم ورحمت اللہ
ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی
06-02-2019۔لاہور۔
URL: www.drhamadani.com
E-mail: syedniazm@yahoo.com
www.facebook.com/Dr.NiazMuhammadHamadani
youtube: Dr.Niaz Hamadani